Name: Md Jahangir Hasan
Supervisor: Dr Sarwarul Huda
Department: Deparment of Urdu
Faculty: Faculty of Humanities and Languages
Title: Azam Kuraivi: Hayat Aur Khidmaat
Keywords:

اعظم کُریوی: حیات اور خدمات

اعظم کریوی جس عہد سے تعلق رکھتے ہیں وہ اردو افسانہ نگاری کا دوسرا دور تسلیم کیا جاتا ہے۔اس عہد میں حقیقت نگاری اور دیہات نگاری کو فروغ حاصل رہا ہے۔ چنانچہ پریم چند، مہاشہ سدرشن، علی عباس حسینی، اعظم کریوی وغیرہ نے ایک غالب رجحان کے طور پر حقیقت نگاری اور دیہات نگاری کو فروغ دینے کی کوشش کی۔ اِن فکشن نگاروں نے اردو افسانے کو اِس کامیابی کے ساتھ عوام وخواص کے سامنے پیش کیا کہ اول دور کے مقبول ومحبوب افسانہ نگاروں (راشد الخیری، نیاز فتح پوری، سلطان حیدر جوش، سجاد حیدر یلدرم) کے افسانے کو لوگ بھولنے لگے، اور حقیقت نگاری و دیہات نگاری کی لطیف خوشبو سے اپنے دل ودماغ کو معطر کرنے لگے۔

اعظم کریوی ایک ایسے افسانہ نگار کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں جو ازاول تا آخر ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کی پاسبانی ونگہبانی کرتے رہے اور مغربی تہذیب وتمدن کو قبول کرنے میں بے اطمینانی کا اظہار کیا۔ان کے افسانے عام فہم اور سادہ ہوتے ہیں، لیکن اُن کا مشاہدہ کافی گہرا ہے جس کے باعث وہ جو کچھ بھی پیش کرتے نہیں ہیں اُس کی ہو بہو تصویر نگاہوں میں بس جاتی ہے۔اُن کے کردار عام طور پر دیہاتی ہوتے ہیں اور جس کردار کی زبان سے جو بھی مکالمہ ادا کراتے ہیں وہ فطری معلوم ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک تعلیم یافتہ انسان دوسرے تعلیم یافتہ انسان سے مخاطب ہوتا ہے تو وہ ''حجلۂ عروسی، دستِ غیب، ننگ اسلام، مشّاطہ، ہم زلف، یارانِ طریقت'' جیسے بھاری بھر کم الفاظ پر مشتمل جملوں کا استعمال کرتا ہے، لیکن جب ایک دیہاتی محو گفتگو ہوتا ہے تو اُس کا لہجہ یکسر بدل جاتا ہے، اور وہ ''معافی'' کی جگہ ''مافی''، ''حضور'' کی جگہ ''حجور''، ''جاتے ہیں'' کی جگہ ''جات ہیں''، ''لیکن'' کی جگہ ''مُدا''، ''خراب'' کی جگہ ''کھراب'' جیسے شبدوں پر مشتمل جملوں کا استعمال کرتا ہے ہیں۔

غرض کہ اعظم کریوی ہندوستانی دیہات کی بے لوث اور سادہ زندگی کی سچی تصویر پیش کرتے ہیں۔

یہ مقالہ ایک ''پیش لفظ'' اور کل پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔

پہلے باب میں ان کی حیات، شخصیت اور عہد کا بیان ہے کہ وہ سنہ ۱۸۹۸ / ۱۸۹۹ء کو اپنے آبائی وطن ''کُرئی''، ضلع الہ آباد (موجودہ ضلع کوشامبی) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے مختلف شہروں کا رُخ کیا۔ مثلاً ''الہ آباد، سہارن پور، علی گڑھ وغیرہ، اور تقریباً تیس برسوں تک ملازمت کی، اور تقسیم ہند کے بعد پاکستان چلے گئے۔ انھوں نے چار شادیاں کیں جن سے آٹھ لڑکے اور اُنیس لڑکیاں تولد ہوئیں۔ بچپنا تو بہت ہی عیش وعشرت میں گزرا، مگر آخری زندگی نہایت ہی کسمپرسی کے عالم میں بسر ہوئی، اور ایک دن ایک وحشت ناک حملے میں سنہ ۱۹۵۵ کو اِس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ اُن کی ادبی زندگی کا آغاز شاعری کی صورت میں ہوا، لیکن بہت جلد شاعری چھوٹ گئی اور افسانہ نگاری کی طرف مائل ہوگئے۔ اُن کے افسانوں کی تعداد تقریباً ۱۳۰ رتک پہنچتی ہے۔

دوسرے باب میں اُن کی تصانیف اور مقالات ومضامین کا تفصیلی تعارف ہے۔

تیسرے باب میں افسانے کی روایت اور اُس کے فنی لوازات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

چوتھے باب میں اُن کی تخلیقی شخصیت اور فنی خصوصیات وامتیازات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے اور افسانہ نگار کی حیثیت سے اُن کے مقام ورتبے کی تعیین کی گئی ہے کہ اعظم اردو کے ان بزرگ اہل قلم میں سے ہیں جن کا نام اردو کے اولین افسانہ نگاروں یعنی سجاد حیدر یلدرم، منشی پریم چند، سلطان حیدر جوش اور نیاز فتح پوری کے فوراً بعد بلکہ اُن کے ساتھ آتا ہے۔ دیہات کی عام زندگی اور اُس کی تمام تر خصوصیات کو وہ بڑی مہارت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ وہ بے لاگ اور غیر شخصی خارجیت جو پریم چند کا خاص فن ہے اعظم کریوی میں بھی کافی پائی جاتی ہے۔ وہ ہمیشہ گنگا جمنی اور مشترکہ تہذیب کے امین و پاسدار رہے ہیں اور ہندوستان کی عوامی زبان کا محافظ ونگراں بھی۔ وہ گنگا جمنی تہذیب جو ہندوستان کی شناخت رہی ہے اُس کو اپنے افسانوں میں پیش کرکے اور وہ مشترکہ زبان جس کے اندر ہندوستانی مٹی کی خوشبو بسی ہوئی ہے اُسے اپنے افسانوی کرداروں میں میں حلول کر کے اُس کو زندہ وجاوید بنادیا ہے۔ وہ بھی پریم چند کی طرح حقیقت پسند افسانہ نگار تھے، لیکن انھوں نے اس حقیقت پسندی میں رقت پسندی کا زاویہ شامل کر کے خود کو اُن سے الگ تھلگ کرلیا ہے۔ افسانوی تعمیر وتشکیل کے لحاظ بھی اعظم کریوی کھرے اُترتے ہیں۔ اس تعلق سے ''پریم کی لیلا اور ''بڑے بول کا سر نیچا'' قابل تعریف ہے۔

پانچویں باب میں اعظم کریوی کی شاعری کا تجزیہ، اُس کے امتیازات اور زبان وبیان اور شاعری میں اُن کی دلچسپی پر روشنی ڈالی گئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعظم کریوی کی شاعری کا آغاز اُن کی اوائل عمر ہی سے ہو چکا تھا اور وہ بھی ہجو یہ انداز میں۔ وہ اس طرح کہ اسکول میں پنڈت جی سے بڑی ناراضگی رہتی تھی اور وہ دو چار اشعار اُن کے خلاف کہہ کر اپنی بھڑاس نکال لیا کرتے تھے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اعظم کریوی بہترین افسانہ نگار ہونے کے ساتھ عمدہ فکر کے شاعر بھی تھے۔ البتہ! انھوں نے جب افسانہ نگاری کے میدان میں قدم رکھا تو شاعری سے رشتہ توڑ لیا۔